مشاجراتِ صحابہ......ایک عقیدے کی وضاحت

ابواسامہ محمد تخی بدخشانی

جناب عالی بندے کو ماہنامہ وفاق المدارس بابت ماہ محرم ۱۴۳۱ھ کے مطالعے کے دوران مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے مضمون ''اسوہ حسنین'' کے مطالعے سے ذرا خلجان پیش آیا تھا جس کا تذکرہ بندے نے آنجناب سے ٹیلی فون کے ذریعے کیا تھا۔ آنجناب نے بندے کو اپنی عرض لکھ کر بھیجنے کا حکم فرمایا تھا، تعمیلِ حکم میں عرض یہ ہے کہ بندے کا مقصد اپنا ذہنی اشکال دور کرنا اور اگر بالفرض طباعت یا نفسِ مضمون میں کوئی قابلِ اصلاح بات ہو تو اس کی تصحیح کرانا مقصود ہے تا کہ موضوع کی نزاکت کی وجہ سے ہمارے ادارے اور مسلک کی طرف سے دشمنان صحابہ جو درحقیقت دشمنانِ اسلام ہیں ان کو اپنا جھوٹ سچ باور کرانے میں ایک دستاویز ہاتھ نہ لگے۔

چنانچہ مذکورہ ماہنامہ وفاق صفحہ ۲۰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف جماعت کو باغی کہا گیا ہے، حالاں کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے معاملے میں اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ حکم لگانے کے بجائے انہیں مجتہد سمجھ کر خطاء اجتہادی پر محمول کرتے ہیں، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے حکم کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایہ ناز کتاب " منهاج السنة النبوية في نقض دعاوي الرافضة والقدرية " میں رقم طراز ہیں:

" وقتال صفين للناس فيه أقوال : فمنهم من يقول كلاهما كان مجتهداً مصيباً ، كما يقول ذلك كثير من أهل الكلام والفقه والحديث ، فمن يقول: كل مجتهد مصيب ،ويقول : كانا مجتهدين، وهذا قول كثير من الأشعرية ،والكرامية ،والفقهاء و غيرهم ، وهو قول طائفة من أصحاب أبي حنيفة ،والشافعي وأحمد وغيرهم .وتقول الكرامية : كلاهما إمام مصيب ، ويجوز نصب إمامين للحاجة ، و منهم من يقول :بل المصيب أحدهما بعينه ،وهذا قول طائفة منهم ، ومنهم من يقول : عليّ هو المصيب وحده

،ومعاوية مجتهد مخطئ كما يقول ذلك طوائف من أهل الكلام،وفقهاء أهل المذهب الأربعة . . . . ومنهم من يقول :كان الصواب أن لّا يكون قتال وكان ترك القتال خيرا للطّائفتَين فليس في القتال الصواب ، ولكن عليّ كان أقرب إلى الحق من معاوية ، والقتال قتال فتنة ليس بواجب ،ولا مستحب ،وكان ترك القتال خيراً للطائفتين مع أن علياً كان أولى بالحق". (مختصر منهاج السنة :١/٣١٨،مطبوعه مکتبة الكوثر ،رياض)

ان مذکورہ چار اقوال میں سے علامہ آخری قول کو اکابر صحابہ وتابعین کا قول قرار دیتے ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ آخری قول میں بذاتِ خود جنگ صفین کو فتنے کی جنگ قرار دے رہے ہیں نہ کہ مخالفین علیؓ کو......آگے کچھ صفحے بعد مشاجراتِ صحابہ میں خاموش رہنے کی جو حکمت وعلت بیان فرما رہے ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے،فرماتے ہیں:

" فالخوض فيما شجر يوقع في نفوس كثير من الناس بغضاً و ذمّاً، ويكون هو ذلك مخطئاً بل عاصياً ؛ فيضرّ نفسه ، ومن خاض معه في ذلك كما جرى لأكثر من تكلم في ذلك فإنّهم تكلّموا بكلام لا يحبه الله ولا رسوله ".(١/٣١٩)

اس مسئلہ میں علامہ ابن تیمیہؒ کی یہ نصیحت یقیناً ایمان واخلاص پر مبنی اور قابلِ اتباع ہے۔ باقی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی روایت کی رو سے اگر مذکورہ حکم لگایا جائے تو بصد ادب عرض ہے کہ یہ حدیث سیرت ابن ہشام میں یوں مذکور ہے:"حضرت عمارؓ سے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت کچھ لوگ دو دو اینٹیں اٹھواتے تھے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے مزاحاً نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ حضور آپ کے ساتھیوں نے تو مجھے قتل کر دیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"يا عمار، لا يقتلك أصحابي ، وإنما تقتلك الفئة الباغية ". (بحوالہ سیف اسلام:ص۴۰۰،مؤلف مولانا حافظ مہر محمد میانوالی)اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمار رضی اللہ کا قاتل صحابہ کی جماعت یا کوئی صحابی نہیں ہے بل کہ وہ باغی گروپ اور ٹولہ ہے۔اسی روایت کی تشریح میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ارشاد فرما رہے ہیں:

" ومن المسلّم تاريخياً أنّه رضي الله عنه قتل بصفين ، وهو من حزب علي رضي الله عنه وهو من أوضح الدلائل على أنّ علياً كان هو الحق المصيب في حروبه مع معاوية ، وإن كان معاوية وأصحابه رضوان الله عليهم معذورون في اجتهادهم . وقد يتشكل موقف معاوية وأصحابه بعد ما قتل عمار بأيديهم (اگر "عندهم" ہوتا بجائے اس لفظ کے تو بہتر ہوتا۔بدخشانی) فإنه ظهر بهذا النص الصريح أن قتلته بغاة ؛ فكيف ثبتوا بعد ذلك على موقفهم ؟ وهل يقبل اجتهاد بمعارضة النصّ الصريح؟ والجواب أنه يمكن أنّه قد بلغهم أن عماراً رضي الله عنهم إنما قتل على يد بعض الناس الذين بغوا على عثمان رضي

الله عنه وكان بعضهم (بل أكثرهم) في عسكر سيدنا علي رضي الله عنه ؛ ولذلك قال معاوية : إنما قتل عمار من جاء به ". (تکملہ فتح الملهم : ٣٣٠/٦) مزید آگے لکھتے ہیں:" ولا يحسن بنا أن نتشاغل في تفصيل هذا القتال بأكثر من هذا ، تلك أمة قد خلت لها ما كسبت ، ولا تُسألون عما كانوا يعملون (٣٣١/٦)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہوئی ہے، لیکن پھر بھی حدیث کی رو سے ایک ثواب کے مستحق ہیں، نہ کہ طعن و تشنیع کے اور اس سے زیادہ میں جانا نہ کوئی کارِ ثواب ہے اور نہ ہم اس کے مکلّف ہیں۔

اب آخر میں بندہ مزید اپنے دو اکابر کا حوالہ پیش کر کے اپنی عرض ختم کرنا چاہتا ہے، چنانچہ مولانا سید نور الحسن بخاری، مودودی صاحب کی جسارتوں کے جواب میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک حوالہ پیش فرما کر اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں:" وفيه : أن أصحاب علي أدنى الطائفتين إلى الحق ، وهذا هو مذهب أهل السنّة والجماعة : أن عليّاً هو المصيب ، وإن كان معاوية مجتهداً ، وهو مأجور إن شاء الله ، ولكن عليّ هو الإمام فله أجران ". آگے حضرت بخاری فرماتے ہیں: ''ایک مسلمان کا یہی عقیدہ اور مردِ مؤمن کا یہی ایمان ہے کہ حق دونوں جانب تھا اور حضرت علی اور حضرت معاویہ میں سے کوئی بھی باطل پر نہ تھا''۔ (عادلانہ دفاع: ۲/ ۲۰۸) مولانا آگے کچھ صفائی سے رقم طراز ہیں: ''اہلِ علم اور اربابِ فکر و نظر کو اس حقیقت پر توجہ مبذول کرنی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو باغی ٹولہ فرمایا ہے: "تقتلك الفئة الباغية" اور حضرت معاویہ اور ان کی جماعت کو فرمایا ہے:" فئتين عظيمتين من المسلمين " تو فئة باغیہ اور چیز ہے اور فئة عظیمہ اور چیز ہے۔ فئۃ باغیہ باغی ٹولی ملعون سبائی پارٹی ہے جب کہ فئۃ عظیمہ حضرت معاویہؓ اور ان کی عظیم جماعت''۔ (عادلانہ دفاع: ۲/ ۲۱۶)

اسی طرح مسلک اہل سنت، مسلک علمائے دیو بند کے محقق اور مدقق مایہ ناز عالم و مناظر حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود برطانیہ والے فرماتے ہیں: ''ان میں ہر ایک فئۂ عظیمہ تھا، کوئی فئۂ باغیہ نہیں تھا''۔ (خلفائے راشدین: ۱/ ٦٦٤) مزید حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی صلح اور بیعت سے بات صاف ہوگئی۔

ان تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ کی مخالف جماعت یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی فئۂ عظیمہ اور اپنی اجتہادی خطا میں ماجور ہیں۔

جناب گرامی قدر مدیر صاحب! یہ وہ اسباب ہیں جن کی بناء پر بندہ عاجز کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوا ہے اور وہ آنجناب کی خدمت عالی میں پیش ہے، آنجناب کے جواب کا انتظار رہے گا۔

☆......☆......☆